صلیبی جنگیں اور جہاد: برنارڈ لیوس کے نقطۂ نظر کا تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر محمد رفیق*

حافظ محمد سعید احمد عاطف**

It is fact that the orientalists could not get any serious success in their herious aims even by inserting their best efforts, but still, they are busy constantly conspiring against Islam and the Islamic world. Especially, the orientalists are criticising "Jihad" by different ways because they think that the Muslim world is on the way to occupy the whole world through "Armed Jihad". The same has been opined by Bernard Lewis. To him, "Jihad" is only the name of an "Armed Struggle", whereas, "Crusade" has been sewing the humanity. Instead of war and bloodshed. Here the self-deceptive thoughts of Bernard Lewis have been analysed and humble scenario of the crulities of crusade forces has been presented in the same background and current age. In fact, millions of innocent common masses including women and children were killed by fatal weapons. In this regard, not only the international human rights have been violated, but also, a number of Islamic States were involved in blood-shed, hatred, murder and terrorism by force. On its contrary, no aggressive step has been taken against any religion, civilization, state on minority by any Islamic state and it is only due to Islamic teaching and values. Despite all this, it is quite irrational and strange that Jihad is being criticised and inhuman crusade passions are encouraged and appreciated. So to pen off, it can be said without any doubt that crusade armed forces are constantly busy to demolish the Islamic world even today like the past.

عصرِ حاضر کے معروف مستشرق برنارڈ لیوس (Bernard Lewis) نے اپنی کتاب "The Crisis of Islam Holy War and Unholy Terror" کے دوسرے باب "The House of War" میں اسلام کے نظریہ جہاد کو عصری صورتحال کے حوالے سے موضوعِ بحث بنایا ہے اور لکھا ہے کہ مسلمانوں کی چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ کی محفوظ تاریخ میں جہاد کو عموماً دفاع یا مسلم قوت کی ترقی کیلئے" مسلح

---

* لیکچرار، گورنمنٹ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور۔

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

جدوجہد" کے معنوں میں لیا گیا ہے نیز اسلامی روایت میں دنیا دو حصوں میں منقسم ہے۔ اول: دارالسلام، جس میں مسلمان حکمران ہوتے ہیں اور مسلم قانون رائج ہوتا ہے۔ دوم: دارالحرب جو باقی دنیا ہے جس میں کافر رہتے ہیں اور سب سے اہم بات یہ کہ حکومت کرتے ہیں۔ تصور یہ ہے کہ جہاد کا فریضہ اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک ساری دنیا یا تو مسلمان نہیں ہو جاتی یا مسلم حکمرانی کو قبول نہیں کر لیتی۔ جو لوگ جہاد میں حصہ لیتے ہیں انہیں دنیا و آخرت میں انعام و اکرام ملتا ہے۔

"For most of fourteen centuries of recorded Muslim history, jihad was most commonly interpreted to mean amred struggle for the defense or advancement of Muslim power. In Muslim tradition, the world is divided into two houses: the House of Islam (Dar al-Islam), in which Muslim governments rule and Muslim law prevails, and the House of War (Dar al-Harb), the rest of the world,

still inhabited and, more important, ruled by infidels. The presumption is that the duty of jihad will continue, interrupted only by truces, until all the world either adopts the Muslim faith or submits to Muslim rule. Those who fight in the jihad qualify for rewards in both worlds__booty in this one, paradise in the next".(۱)

دراصل برنارڈ لیوس نے جہاد کو عہد رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عصر حاضر تک عسکری مفہوم میں دکھانے کی بھرپور سعی کی ہے جبکہ کروسیڈ کے عسکری مفہوم کو وہ تاریخ کا حصہ گردانتا ہے اور عصر حاضر میں کروسیڈ کو فلاحی سرگرمیوں کے عنوان سے تعبیر کرتا ہے۔

لہذا برنارڈ لیوس نے جہاد اور صلیبی جنگوں میں بڑا فرق کیا ہے کہ جہاد اسلامی تاریخ کی ابتدا سے موجود رہا ہے اور موجودہ زمانے تک اس کی کشش برقرار رہے جبکہ کروسیڈ (Crusade) اصل میں عیسائیت کیلئے مقدس جنگ کے معانی کا حامل ہے۔ تاہم عیسائی دنیا میں یہ لفظ طویل عرصے سے ان معانی کو کھو چکا ہے اور اسے نیک مقصد کیلئے اخلاقی جدوجہد کے عمومی مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ کوئی شخص ماحول کیلئے صاف پانی کے لیے، بہتر سماجی خدمات کے لیے، عورتوں کے حقوق کے لیے اور دیگر ہمہ اقسام مقاصد کے لیے ایک کروسیڈ شروع کر سکتا ہے۔ آج جس ایک مفہوم میں لفظ کروسیڈ استعمال نہیں کیا جاتا ہے وہ حقیقی مذہبی مفہوم ہے۔ خود جہاد کو بھی مختلف قسم کے مفاہیم میں استعمال کیا جاتا ہے تاہم کروسیڈ کے برعکس یہ اب بھی اپنے اصل

بنیادی معانی کا حامل ہے۔

"Jihad is present from the beginning of Islamic history __ in scripture, in the life of the Prophet, and in the actions of his companions and immediate successors. It has continued throughout Islamic history and retains its appeal to the present day".(۲)

برنارڈ لیوس نے کروسیڈ کی نئی تعبیر ان الفاظ میں کی ہے:

"The word crusade derives of course from the cross and originally denoted a holy war for Christianity. But in the Christian world it has long since lost that meaning and is used in the general sense of a morally driven campaign for a good cause. One may wage a crusade for the environment, for clean water, for better social services, for women's rights, and for a whole range of other causes. The one context in which the word crusade is not used nowadays is precisely the original religious one. Jihad too is used in a variety of senses, but unlike crusade it has retained its original, primary meaning".(۳)

کیرن آرم سٹرانگ کی رائے:

چونکہ مستشرقین ایک دوسرے کے دست و بازو ہیں لہذا وہ کتنے ہی اعتدال پسند کیوں نہ ہوں ایک دوسرے کے موقف کی تائید کرتے دکھائی دیتے ہیں چاہے حالات وواقعات ان کے خیالات کی کلی نفی ہی کیوں نہ کرتے ہوں۔اس لیے کیرن آرم سٹرانگ نے بھی لفظ " کروسیڈ" کو ماضی کی ظالمانہ روش قرار دیا ہے جس میں بڑی تعداد میں مسلمانوں اور یہودیوں کو تہہ تیغ کیا گیا لیکن ساتھ ہی اِسے ایک مثبت مفہوم میں استعمال کیا ہے جیسے غربت یا ناانصافی کے خلاف صلیبی جنگ لڑنا وغیرہ۔وہ لکھتی ہیں:

"Until relatively recently I was myself rather confused the Crusade.... I was also aware that the Crusaders committed violent atrocities against many thousands of innocent Muslims and Jews and this seemed wicked and perverse. Yet I also noticed how frequently we used the word "Crusade" in a positive context. We often talk about Crusade against poverty or injustice.... We would all condemn the cruelty of the Crusaders out of hand but paradoxically we call campaign of principle a "Crusade".(۴)

یہ ممکن ہے کہ لفظ کروسیڈ کو غربت اور ناانصافی وغیرہ کے خلاف جنگ کا نام دیکر اُسے مثبت انداز میں بھی

استعمال کیا جاتا ہو لیکن یہ بھی اٹل حقیقت ہے کہ لفظ "Crusade" آج بھی اہل اسلام کے خلاف مقدس جنگوں کے لیے مستعمل ہے اور عیسائیت کا جنگی جنون عصرِ جدید میں بھی اُسی طرح زندہ ہے جیسا کہ صلیبی جنگوں کے عہد میں تھا۔ چنانچہ 9/11 کے المناک واقعہ کے بعد امریکی صدر نے کروسیڈ کا باضابطہ اعلان کیا جسے کیرن آرم سٹرانگ جیسی مستشرقہ نے بھی بدقسمتی سے تعبیر کیا:

"On September 11, 2001, in an attack that changed the world forever, ... president George W. Bush explained that this would not be a war against Islam.... But it was perhaps unfortunate that he called his riposte a Crusade". (۵)

لہذا برنارڈ لیوس کا یہ کہنا کہ کروسیڈ اب مقدس جنگ کے معانی میں مستعمل نہیں رہا، سراسر جھوٹ اور خود فریبی پر مبنی ہے۔ مغرب کی اسلام، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہلِ اسلام سے عداوت کا اس سے بڑا ثبوت کیا ہوسکتا ہے کہ 9/11 کے واقعہ کو فوراً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عسکری زندگی سے جوڑنے کی مزموم سعی بھی کی گئی۔ تشدد اور جارحیت کو آپ ؐ سے منسوب کر کے مغربی میڈیا پر آپ کو جنگ کا زبردست حامی بنا کر پیش کیا گیا۔

"Since the destruction of the World Trade Center on September 11, 2001, members of the Christian Right in the United States and some sectors of the Western media have continued this tradition of hostility that Muhammad was irredeemably addicted to war. Some have gone so far as to claim that he was a terrorist and a pedophil".(۶)

مغرب کا یہ معاندانہ پروپیگنڈا اُن کی فکرِ عیار کا عکاس ہے لیکن اس قسم کا ناروا طرزِ عمل صلح جُو افراد کے لیے بھی ناقابل برداشت ہے اسی بناء پر مستشرقہ کیرن آرم سٹرانگ نے عیسائی انتہاپسندوں کے ان منفی خیالات کو پسند نہیں کیا بلکہ مغرب کو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی حیات طیبہ کی قدر افزائی کی دعوت دی ہے لیکن صلیبی جنگوں کے نئے سلسلے پر تعصب کا مظاہرہ کیا ہے:

"We can no longer afford to indulge this type of bigotry, because it is a gift to extremists who can use such statement to "prove" that the Western World is indeed engaged on a new Crusade against the Islamic World. Muhammad was not a man of violence. We must approach his life in a balanced way, in order to appreciate his considerable achievements. To cultivate an inaccurate prejudice damages the tolerance, liberality, and

compassion that are supposed the characterize Western culture".(۷.i)

یقیناً یہ متوازن فکر ہے لیکن مغرب کی اکثریت اس فکر کی حامی نہیں کیونکہ وہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا سب سے بڑا حریف سمجھتے ہیں اس لیے وہ اہلِ اسلام کے خلاف جارحانہ طرزِ عمل اختیار کیے ہوئے ہیں۔

اہلِ مغرب کی جارحیت:

مغرب کی اسلام سے عداوت اور اس کے خلاف ریشہ دوانیاں عصرِ حاضر میں عروج پر دکھائی دیتی ہیں کیونکہ کمیونزم کی شکست کے بعد سموئیل پی ہنٹنگٹن اور برنارڈ لیوس جیسے مستشرقین نے مغرب کو "تہذیبوں کے تصادم" جیسے نظریات کے ذریعے سے پھر اسلام کے خلاف برانگیختہ کیا اور اسلام کو ایک دشمن تہذیب کے طور پر مغرب کے مدِ مقابل پیش کیا۔

The underlying problem for the West is not Islamic fundamentalism. It is a Islam, a different civilization whose people are convinced of the superiority of their culture. (۷.ii)

جس کے نتیجہ میں عالم اسلام کے گرد دہشت گردی کے نام پر شکنجہ کسنے کے لیے 9/11 کی منصوبہ بندی کی گئی اور بلا جواز متعدد اسلامی ممالک کی یکے بعد دیگرے اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ پروفیسر خورشید احمد لکھتے ہیں:

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے دہشت گردی کے واقعات کو امریکہ کی قیادت نے اپنے عالمی عزائم کے حصول کیلئے کامل عیاری کے ساتھ استعمال کیا۔ القاعدہ اور اسامہ بن لادن ایک گھناؤنی استعماری جنگ کا عنوان بن گئے۔ جس فوجداری جرم کا ارتکاب کرنے والوں میں افغانستان سے کوئی ایک فرد بھی شریک نہ تھا اور جس کی منصوبہ بندی جرمنی کے شہر ہمبرک اور خود امریکہ میں ہوئی، اس کو بہانہ بنا کر افغانستان پر حملہ کیا گیا، پاکستان کو دھمکیاں دے کر اپنا آلہ کار بنایا گیا اور پھر عراق پر فوج کشی کی گئی اور پوری دنیا کو دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر ایک عالمی، ہیجان اور لاقانونیت میں مبتلا کر کے عملاً میدان جنگ بنا دیا گیا۔(۸)

جبکہ 9/11 کے متعلق جو شکوک وشبہات پائے جاتے تھے کہ یہ خود امریکہ اور یہودی لابی کا تیار کردہ منصوبہ ہے اس کی تصدیق دیگر ذرائع کے علاوہ خود سابق امریکی صدارتی امیدوار "رون پال" نے بھی کی 26 اپریل 2013ء کو ایک امریکی اخبار کو انٹرویو میں انکشاف کیا کہ نائن الیون حملے اسرائیل کی کارروائی تھی۔

انسانیت سوز واقعہ میں موساد کے ملوث ہونے کے کئی شواہد موجود ہیں انہوں نے کہا کہ 9/11 حملوں کے حوالے سے اب کسی شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ حملے امریکہ کی اندرونی نہیں بلکہ اسرائیلی بیرونی کارروائی ہے اب تک ملنے والے تمام شواہد سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد نے یہودی لابی کے ساتھ مل کر یہ کارروائی کی۔(۹)

چنانچہ امریکہ جو بھی دعویٰ کرے اور مغربی مفادات کا محافظ میڈیا جو بھی گل افشانیاں کرے، یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ افغانستان پر امریکا کی فوج کشی بین الاقوامی قانون، اصول سیاست اور اخلاقی اقدار وضوابط ہر ایک کے اعتبار سے ایک استعماری اور جارحانہ اقدام تھا۔ ایک ایسا بین الاقوامی جرم جو بہر اعتبار ناقابل قبول تھا اور رہے گا۔

اس جنگ کے نتیجے میں اگر ایک طرف بین الاقوامی اصول عدل وانصاف، جنیوا کنونشن اور اخلاقی اقدار و ضوابط کا خون ہوا ہے تو دوسری طرف تین ہزار انسانوں کے خون کا بدلہ لینے کے لیے افغانستان اور عراق میں لاکھوں معصوم افراد کو بے رحمی کے ساتھ ہلاک کیا جا چکا ہے۔ لاکھوں بے گھر ہوئے ہیں اور کم از کم دو ملک بالکل تباہ ہو گئے ہیں۔ لیکن امریکہ و یورپ کی انتقام کی آگ ابھی ٹھنڈی نہیں ہوئی کیونکہ وہ ہر صورت میں واضح فتح حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ درحقیقت یہ سب صلیبی جنگوں کے نام پر کیا جا رہا ہے جس کا آغاز پوپ اربن دوم نے ۱۰۹۵ء میں پہلی صلیبی جنگ کا اعلان کر کے کیا۔ نائن الیون کا واقعہ بھی اسی جنگ کا حصہ ہے۔ اس بات کا اعتراف راہبہ ومستشرقہ کیرن آرم سٹرانگ نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں کیا ہے:

> "It is new over a millennium since pope urban II called the first crusade in 1095. But the hasted and suspicion that his expedition unleashed still reverberates, never more so than on September 11, 2001 and during the terrible days that followed. It is tragic that our holy wars continue. (۱۰)

درحقیقت مغرب صلیبی جنگوں میں شکست کو بھلا نہیں سکا اور آج جب کہ وہ دنیا میں ایک طاقتور بلاک بن چکا ہے تو پھر سے اہلِ اسلام کے خلاف محاذ قائم کر کے بدلہ چکانے کی سعی میں مصروف ہیں جسے برنارڈ لیوس خدمتِ انسانی سے تعبیر کر رہے ہیں۔

افغانستان میں غیر مسلم رفاہی تنظیموں کی سرگرمیاں:

یہ صلیبی جنگوں کا نیا سلسلہ اسلام دشمنی کا کھلا ثبوت ہے یہ کیسی انسانی حقوق کی صلیبی جنگیں ہیں کہ جس

میں افغانستان کے نہتے عوام پر ہر قسم کے اسلحہ و بارود کا بے دریغ استعمال کیا گیا۔ کارپٹ بمباری کے نتیجے میں بے شمار مالی وجسمانی نقصان ہوا۔ لاکھوں افراد خوراک اور ادویات کے سخت حاجت مند تھے جس کے لیے مسلم فلاحی تنظیموں نے افغانستان میں اپنے بھائیوں کی امداد کے لیے نیٹ ورک قائم کیا لیکن صد افسوس کہ جنگ کی بربادی کے بعد صلیبی افواج اور مما لک نے اس سے بھی بڑا ظلم یہ کیا مسلم فلاحی تنظیموں (NGOs) کو نہ صرف اپنے مفلوک الحال بھائیوں کی مدد سے ہر ممکن روکنے کی سعی کی بلکہ اُن کے خلاف زبردست پروپیگنڈا کر کے اُن پر پابندیاں عائد کر دی گئیں۔

درحقیقت یہ سب بڑی منظّم پلاننگ کے تحت کام ہوا کیونکہ جوں ہی اسلامی رفاہی اداروں کے پیچھے ہٹنے سے خلا پیدا ہوا فوراً غیر اسلامی تنظیمیں اس خلا کو پُر کرنے آ پہنچیں جن کے خاص مزموم مقاصد تھے جن کو ڈاکٹر ایم۔ اے سلومی نے یوں بیان کیا ہے:

اسلامی رفاہی اداروں کے خلاف میڈیا مہم اور عملی مہم چلائے جانے کی وجہ سے کار خیر کے کاموں میں بہت بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ غیر مسلم رفاہی تنظیموں میں سے عیسائی مشنریاں اس خلا کو پر کرنے کیلئے بھاگم بھاگ آ پہنچیں اور مسلمانوں کو مرتد کرنے کے اقدامات کے علاوہ یتیم بچوں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینی شروع کر دی، انہوں نے میدان کھلا پا کر افغانستان کا مذہبی نقشہ ہی بگاڑ دیا ہے۔

ایک تعلیم یافتہ افغان خاتون نے عربی اخبار "الشرق الاوسط" کو بتایا کہ معاملہ غلام اور محکومی کے طوق ڈالنے سے بہت آگے جا چکا ہے۔ غیر مسلم امدادی تنظیمیں مسلمانوں کے یتیم بچوں کا مذہب تبدیل کرانے کیلئے انہیں عیسائی خاندانوں کی تحویل و تبنیت (Adoption) میں دے دیتی ہیں اور یہ کام نہایت رازداری کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ (۱۱)

یہ بات انتہائی تعجب انگیز ہے کہ مسلم فلاحی تنظیموں کے حوالے سے اقوام متحدہ کا دوہرا کردار بھی واضح ہو گیا کہ جس نے اس ظلم وستم میں صلیبیوں کا بھرپور ساتھ دیا۔

افغانستان کی جنگ نے امریکہ کے نئے عالمی نظام کی اصل حقیقت کو عریاں کر دیا ہے اور لگے ہاتھوں نام نہاد بین الاقوامی قانون، انسانی حقوق اور بین الاقوامی تنظیموں کا پردہ بھی چاک کر دیا ہے۔ اقوام عالم اسلامی رفاہی تنظیموں کے ساتھ روا رکھی گئی ناانصافیوں کے خلاف مضبوط موقف اختیار کرنے میں ناکام رہی ہیں۔ اگر وہ کوئی موقف اختیار کر لیتیں تو وہ بین الاقوامی قوانین کے عین مطابق ہوتا۔ فرانسیسی اخبار "لبریشن" 15 فروری 2002ء کے پیری ہزان (Pierre Hazan) کے مطابق:

"امریکہ بین الاقوامی انصاف کے ساتھ ایک سپر مارکیٹ کا سا سلوک کرتا ہے، جب تک وہ اس کے مفاد کے مطابق ہوتا ہ، اسے استعمال کرتا ہے۔ اس نے اپنی جمہوری اقدار، اپنے انصاف اور اپنے اصول ہائے مساوات کے معاملات میں ایسی شکست کبھی نہیں کھائی جیسی اس نے 11 ستمبر 2001ء کے بعد کھائی۔"

عراق پر جارحیت:

یہ امر انتہائی افسوس ناک ہے کہ انسانی حقوق کی علمبدار پوری مغربی دنیا متحد ہو کر اسلامی دنیا کے خلاف عسکری محاذوں پر سرگرم ہو چکی ہے لہذا افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے بعد عراق کو ٹارگٹ بنایا گیا اور بہانہ یہ تراشا گیا کہ عراق کے پاس تباہی پھیلانے والے اسلحہ کے بڑے ذخائر (WMD) موجود ہیں۔ نیز عراقی صدر صدام حسین کا القاعدہ سے رابطہ جوڑا گیا جس کی وجہ سے عراق پر حملہ ناگزیر ہو گیا۔ جبکہ اُس وقت کے CIA کے ڈائریکٹر جارج ٹینٹ نے واضح الفاظ میں ان الزامات کا رد کیا۔ وہ لکھتے ہیں مارچ ۲۰۰۳ء کی صبح میں نے صدر (جارج ڈبلیو بش) سے کہا:

"مسٹر پریذیڈنٹ! نائب صدر (ڈک چینی) عراق اور القاعدہ کے حوالے سے ایسی تقریر کرنا چاہتے ہیں جو کہ انٹیلی جینس کے ظاہر کردہ حقائق سے ماورا ہے ہم اس تقریر کی تائید نہیں کر سکتے۔ اسے روک دینا چاہیے۔۔۔۔ میں دوبارہ کہتا ہوں: CIA نے صدام اور 9/11 کے درمیان کوئی تعلق نہیں پایا۔۔۔۔ کولن پاول کے پاس WMD کے حوالے سے انسٹھ صفحات پر محیط ایک دستاویز تھی جسے ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اور اسے CIA کی کلیئرنس حاصل نہیں ہوئی تھی آخر پتہ چلا وہ ڈرافٹ نائب صدر ڈک چینی کے سٹاف میں شامل جان ہن نے تیار کیا تھا۔۔۔۔ عراق کے کیمیائی اور حیاتیاتی ہتھیاروں کے پروگراموں سے متعلقہ مواد غلط ثابت ہوا اور وزیر خارجہ اور امریکہ کی دنیا بھر میں سبکی ہوئی۔ (۱۲)

لیکن صلیبی جنگجوؤں نے پختہ عہد باندھ رکھا تھا کہ وہ ہر صورت عراق کو ملیا میٹ کر کے رہیں گے۔ برنارڈ لیوس کی انسانی حقوق کی صلیبی جنگوں کی حقیقت عراق پر ناجائز حملے کے چند واقعات سے بھی خوب عیاں ہو گی جیسے عراق میں فلوجہ پر فضائی بمباری کے نتیجہ میں مرنے والوں کی تعداد کم وبیش ایک لاکھ ہے نیز زخمیوں کی تعداد ہلاک ہونے والوں سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ اعداد وشمار نیوز ویک نے "Rules of Engagement" کے عنوان سے ایک آرٹیکل شائع کیا جو 29 نومبر 2004ء کو شائع ہوا۔ (۱۳)

اس کی تصدیق برطانیہ کے بہت سے دیگر اخبارات وجرائد نے بھی کی اور یہی اعداد وشمار بتائے۔ چونکہ

لاکھوں سویلینز کی ہلاکت کے اہم ماخذ ڈاکٹرز، مذہبی رہنما اور عرب ٹی وی جرنلسٹس تھے لہذا فلوجہ پر دوسری مرتبہ حملے میں پہلے ڈاکٹروں، صحافیوں اور سکالرز کا قتل عام کیا گیا۔ نومی کلین(Naomi Klen) "دی گارڈین" کے آرٹیکل "In Iraq, the US does eliminate those who dare to count the dead" میں لکھتی ہیں: امریکی فوجوں نے اکتوبر 2004ء میں ایک بار پھر شہر کا محاصرہ کر لیا ہے مگر اب انہوں نے اپنی یلغار میں ایک نئے حربے کا اضافہ کیا ہے اور وہ یہ کہ ڈاکٹروں، صحافیوں اور علماء کا صفایا کیا جائے کیونکہ انہوں نے پہلے امریکی حملے میں سویلین آبادی کے قتل پر توجہ مرکوز کیے رکھی اور اتنا اشتعال پھیلایا کہ امریکی فوجوں کی پسپائی ناگزیر ہو گئی۔(۱۴)

پروفیسر نوم چومسکی نے جریدہ "لیفٹ ٹک" کو انٹرویو دیتے ہوئے فلوجہ پر امریکی حملے کو ایک بڑا جنگی جرم قرار دیا اور امریکی صدر کی مذمت کرتے ہوئے کہا: وہ صرف اسی ایک جرم کی پاداش میں امریکی قانون کے تحت مستوجب سزائے موت ہے"(۱۵)

پروفیسر نوم چومسکی نے کہا: امریکیوں نے "جنیوا کنونشنز" کی دھجیاں بکھیر دی ہیں۔ یہ کنونشنز بڑے واضح اور صاف الفاظ میں کہتے ہیں کہ ہسپتالوں کو مکمل طور پر تحفظ دیا جائے۔ ڈاکٹروں، نرسوں اور مریضوں کو لڑائی کے دائرے سے دور رکھا جائے لیکن آپ نے جو کچھ کیا اس سے بڑھ کر جنیوا کنونشنز کی اور کوئی خلاف ورزی نہیں ہو سکتی تھی۔ پروفیسر نوم چومسکی نے یاد دلایا کہ کانگریس نے 1996 میں جو وار کرائمز ایکٹ پاس کیا اس میں کہا گیا ہے کہ جنیوا کنونشن کی سنگین خلاف ورزی مستوجب سزائے موت ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ جرمنی پر منگولوں کی یلغار کے بعد یہ مغربی تہذیب کی مچائی ہوئی اندھیر گردی کی بدترین مثال ہے جو ایک ایسے ملک نے قائم کی جو خود کو جمہوریت کا ماڈل کہتا ہے۔ (۱۶)

اس صورتحال سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مغربی عیسائی دنیا حقوق انسانی کی پامالی میں کس حد تک جا چکی ہے بلاشبہ صلیبی جنگوں کے جذبے اس کے پیچھے کارفرما ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو کوئی سنگ دل بھی مظلوم انسانوں، عورتوں اور بچوں پر مہلک ترین اسلحہ کا بے دریغ استعمال نہ کرتا جیسا کہ افغانستان اور عراق میں کارپٹ بمباری کر کے کیا گیا۔

اس سلسلے میں ایمنسٹی انٹرنیشنل نے امریکہ اور برطانیہ کی اتحادی افواج کے عراق میں مظالم بے نقاب کرنے کیلئے بے شمار رپورٹیں شائع کیں۔ ان رپورٹوں میں متعدد نکات اٹھائے گئے جن میں سے نمایاں یہ ہیں کہ سویلین آبادی پر مہلک اسلحہ استعمال کیا گیا، انہیں اذیتیں پہنچائی گئیں، بدترین لاقانونیت پھیلائی گئی اور

انسانی حقوق کی ایسی خلاف ورزیاں کی گئیں کہ جن کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

"امریکی سنٹرل کمانڈ (Centcom) نے رپورٹ کیا کہ اس نے 10,782 کلسٹر (پھٹ کر گولیاں برسانے والے) ہتھیار استعمال کیے۔ جن میں 18 لاکھ سے زائد گولیاں تھیں۔ برطانوی افواج نے مزید 70 فضائی اور 2100 زمینی کلسٹر بموں کا استعمال کیے جن کے اندر 113,190 گولیاں تھیں۔ شہری علاقوں میں کلسٹر بموں کا استعمال بے حد خطرناک ہوتا ہے مگر امریکی اور برطانوی افواج نے نہایت سنگدلی سے انہیں عراق کے رہائشی علاقوں میں بار بار استعمال کیا۔ (۱۷)

مغرب کی صلیبی یلغار سے سب سے زیادہ متاثر معصوم بچے ہوئے جن کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔ واشنگٹن پوسٹ نے عراق میں بچوں کی نازک حالت کے حوالے سے کارل وک (Karl Vick) کا آرٹیکل "Children pay cost of Iraq's chaos;..." شائع کیا جس میں بتایا گیا کہ اقوام متحدہ اور امدادی ایجنسیوں کے سروے کے مطابق عراق میں تقریباً چار لاکھ 400,000 بچے شدید قسم کی پیچشوں میں مبتلا اور پروٹین کی کمی کا شکار ہو چکے ہیں۔ کارل وک نے بتایا کہ سقوطِ بغداد کے 20 ماہ گزارنے کے بعد عراق کے بچوں میں قلت غذائیت کی شرح برنڈی (افریقہ) کے برابر اور یوگنڈا اور ہیٹی (ویسٹ انڈیز) سے کہیں زیادہ ہو چکی ہے۔ (۱۸)

ان حقائق سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مغرب کا صلیبی و جنگی جنون کس حد تک پہنچا ہوا ہے کہ اُس نے عراق میں کیمیائی ہتھیاروں کی تلاش کے بہانے جو مہلک ہتھیار عراق پر برسائے اُس سے کتنی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں۔ انسانی حقوق کی پامالی کے دل سوز مناظر سے یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ مغرب اپنے بغض و عناد کی آگ میں ہر مسلمان کو بھسم کر دینا چاہتا ہے چاہیے وہ قصوروار ہے یا نہیں۔

اہلِ عراق پر جو ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے اسکی حقیقت مینؤل ویلنز ویلا (Manuel Valenzuela) کے مضمون جس کا ترجمہ پروفیسر اے ڈی میکن نے "امریکہ میں دہشت گردی کے نام پر قید ایک عرب مسلمان بچے کے نام!" میں دیکھی جا سکتی ہے:

''عراق پر امریکی قبضے کے نتیجے میں ایک ایسے تشدد کی لہر اٹھی ہے جس کی اس سے پہلے کوئی مثال نہیں ملتی۔ مثال کے طور پر ہر ماہ اوسطاً ۳ ہزار عراقی جان سے جاتے ہیں۔ اور یقیناً یہ غیر ملکی تسلط کی بازگشت ہے۔ صرف جولائی کے مہینے میں ۳۴۰۰ افراد جان سے گئے اور ان میں ایک بڑی تعداد معصوم بچوں کی تھی۔ اور زخمیوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ جو معذور ہوئے ہیں یا نفسیاتی اور ذہنی عذاب میں مبتلا

ہیں ان کی تعداد بھی کم نہیں۔ بے شمار بچوں کو ایک ایسے عذاب ناک ماحول کا سامنا ہے جس کی وہ توجیہہ کرنے سے قاصر ہیں۔ وہ نہیں جانتے ان کی خطا کیا ہے۔ ہر مہینے گویا عراق میں گیارہ ستمبر کے برابر ایک المیہ ظہور پذیر ہو رہا ہے جو عراق پر بلا جواز امریکہ چڑھائی کا نتیجہ ہے۔ امریکہ میں ہونے والے گیارہ ستمبر کے واقعے کے بعد لاکھوں عراقی بچوں کے لیے زندگی ایک ڈراؤنا خواب بن کر رہ گئی ہے جو تباہی کے بعد ہفتوں ذہنی دباؤ میں مبتلا رہتے ہیں۔ اور خود اپنی سرزمین پر جڑواں بلند عمارتوں کے گرائے جانے کی یاد میں ہزاروں عمارتوں کے گرائے جانے کا منظر دیکھنے پر مجبور ہیں۔''(۱۹)

میئول ویلنز ویلا جارج ڈبلیو بش اور اُس کے باپ بش سینئر کے ادوار کے مظالم سے پردہ اٹھاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ کیا اتنی تباہی کے بعد اب بھی امریکہ معصوم ٹھہرے گا اور عراق مجرم؟

''یاد رہے کہ جارج ڈبلیو بش کے مشرق وسطیٰ پر آتش و آہن کی بارش برسانے سے کوئی ایک دہائی قبل ہی سے یہاں اجتماعی نسل کشی کے اقدامات جاری ہو چکے تھے اور یہ سب بھی امریکہ ہی کی سرپرستی میں ہو رہا تھا۔ ایک اندازے کے مطابق امریکہ نے عراق پر جو معاشی نسل کشی کی کارروائی مسلط کر رکھی تھی اس کے نتیجے میں ۵ لاکھ سے ۱۰ لاکھ تک عراقی بچے اس ایک دہائی میں لقمہ اجل بنے جو بچوں کی پوری ایک نسل بنتی ہے۔ یہ ۱۹۹۰ء کی دہائی کے آغاز میں مشرق وسطیٰ کی پہلی جنگ کے دوران ہوا جو بش سینئر نے مسلط کی تھی۔ اس جنگ میں ٹنوں کے حساب سے بم، توپوں کے گولے اور مشین گنوں کی ایسی گولیاں عراقی فضا، شہروں اور ماحول پر برسائی گئیں جن پر یورینیم کی ایسی تہہ چڑھی ہوتی تھی جس کے نیچے تابکار مادہ ہوتا تھا۔

اس ساری کارروائی کے بڑے تباہ کن نتائج برآمد ہوئے۔ بچوں میں لیوکیمیا کا مرض کینسر اور ایسی کئی دوسری مہلک بیماریاں جن کا عراق میں کبھی نام بھی نہیں سنا گیا تھا جنگ کے فوراً بعد ہی پھوٹ پڑیں۔ اور اس سے ہزاروں لوگ متاثر ہوئے جن میں سے اکثریت بچوں کی تھی۔ مسخ شدہ شکلوں کے بچے پیدا ہونے لگے اور بہت سے بچے تو بطن مادر ہی میں موت کی نیند سو گئے۔

اس کارروائی پر اختتام نہیں ہوا بلکہ جارج ڈبلیو بش کے دور اقتدار میں بھی سینکڑوں ٹن تابکار یورینیم عراق پر برسائی گئی۔ اور اس ضمن میں بش جونیئر نے اپنے باپ بش سینئر کے سارے ریکارڈ توڑ دیے اور اب پورا عراق حقیقی معنوں میں تابکاری سے مسموم صحرا بن چکا ہے۔ اس زمین پر بے شمار تباہی پھیلانے والے ہتھیار خود امریکہ استعمال کر چکا ہے۔ آنے والی کئی نسلوں تک عراقی بچوں کی بڑی تعداد شیر خوارگی کی موت مرتی رہے گی۔ اور جو بچے پیدا ہوں گے وہ ایسے ایسے خوفناک جسمانی نقائص کے حامل ہوں گے جن کے بارے میں دنیا نے

کبھی نہیں سنا ہوگا۔ امریکہ کے dirty-bumb نے عراقی فضا میں جو غیر مرئی زہر پھیلایا ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔

کیا اب بھی یہ کہہ کر دنیا کی عوام کو بے وقوف بنایا جا سکے گا کہ عراق کے پاس تباہی پھیلانے والے ہتھیار تھے اور امریکہ اسی طرح معصوم بنا رہے گا جس نے ہزاروں ٹن تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کو عملاً استعمال کر کے عراق کو کھنڈر بنا دیا؟ (۲۰)

یہ المناک صورتحال ہے جس پر عالمی برادری بھی اس جرم میں پوری طرح شریک دکھائی دیتی ہے کیونکہ ظلم و جور پر خاموش تماشائی کا کردار ظالموں کی کھلی تائید کا مظہر ہے یہی وجہ ہے کہ درندہ صفت مغربی افواج بڑے پیمانے پر آپریشن جاری رکھے ہوئے ہیں۔ جس سے نہ صرف مسلمانوں کو کیڑے مکوڑوں کی طرح ہلاک کیا گیا بلکہ پورے عراق کو بھی تباہ و برباد کر کے رکھ دیا گیا۔ عراق پر مغربی لشکروں کی یلغار کے جانی و مالی نقصانات کے ضمن میں ڈاکٹر ایم اے سلومی نے سابق امریکی وزیر انصاف رمزے کلارک کی کتاب "The Fire This Time: US war crimes in the Gulf" کے حوالے سے لکھا ہے کہ عراق کے سارے بنیادی ڈھانچے کو جان بوجھ کر تباہ کر دیا گیا اور پھر اس کی بندرگاہوں میں آمد و رفت کی ممانعت کر کے بیس (۲۰) لاکھ عراقیوں کو قحط اور بیماریوں سے ہلاک کر دیا گیا۔ بندرگاہوں کی بندش اور یہ جنگ، ان دونوں اقدامات کا نتیجہ، ایک نسل کا قتل عام ہے۔ (۲۱)

عالمی انسانی حقوق کے چمپیئن کی درندگی پر سابق امریکی وزیر انصاف رمزے کلارک نے 3 جنوری 2003 کو اپنے ایک انٹرویو میں بتایا کہ اس نے اقوام متحدہ کے نام ایک خط لکھا تھا: "یہ جنگ اقوام متحدہ کے چارٹر، بین الاقوامی قانون اور تمام محبانِ امن اور وقارِ انسانیت کے علمبرداروں کی دوستی کے منافی ہے" (۲۲)

برنارڈ لیوس ان نسل کُشی پر مبنی اقدامات کی کیا توجیح پیش کریں گے کیا واقعتاً صلیبی جنگوں کا قدیم سلسلہ قصہ پارینہ بن چکا یا اب بھی یہ مکروہ جذبہ پوری عیسائی دنیا کے اندر لاوے کی طرح جوش مار رہا ہے؟

انسانی حقوق کی حقیقت:

یقیناً مغربی لشکروں کی اندھا دھند یلغاریں جو معصوم شہریوں، عورتوں، بچوں، صحافیوں اور طبی عملہ کے اراکین ڈاکٹرز، نرسوں وغیرہ اور ہسپتالوں پر کی گئیں اور جس قسم کے مہلک ہتھیاروں سے شہروں کے شہر تباہ و برباد کیے گئے اس طرز جنگ کی اسلام میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ یہ صرف اور صرف صلیبی ذہن کی عکاسی کرتی ہے۔ ڈاکٹر محمود غازی مرحوم فرماتے ہیں:

اسلام کے قانونِ جنگ میں عملی طور پر جنگ میں حصہ نہ لینے والے افراد طبی امداد دینے والے اور اسی قبیل کے دوسرے افراد۔ حتیٰ کہ اگر وہ جنگجوؤں اور حملہ آوروں کو مدد بھی فراہم کر رہے ہوں۔ انہیں جنگ میں شریک افراد کا حصہ نہیں سمجھا جاتا۔ یہ رعایت نہ صرف طب سے متعلقہ لوگوں کو دی گئی ہے، بلکہ دوسرے امدادی عملہ جن میں نرسیں، خدمت گار، کھانا پکانے والے، شہری ضروریات کی فراہمی کرنے والے، بہت عمر رسیدہ سپاہی اور وہ بوڑھے افراد جو جنگ میں حصہ نہ لے رہے ہوں بھی۔ اس رعایت میں شامل ہیں۔ ان سب افراد کو قتل اور طاقت کے استعمال سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ (۲۳)

چنانچہ اسلام میں انسانی حقوق کی ضمانت تمام بنی نوع انسان کو فراہم کی گئی ہے۔ نہ کہ مخصوص افراد گروہ اور اقوام کے ساتھ یہ چیز مختص ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر سلیمان بن عبدالرحمٰن الحقیل لکھتے ہیں: "اسلام میں انسانی حقوق کسی خاص قوم یا خاص ملک کے مفاد کے لیے مقرر نہیں کیے گئے بلکہ تمام انسانوں کے لیے مقرر کئے گئے ہیں اور پہلے دن سے ہی انٹرنیشنل اسٹائل کے حامل ہیں اسی وجہ سے وہ اقالیم کائنات کی حدود کو پھاند کر ملکوں کی آقائیت و سرداری والے علاقوں سے کہیں آگے جا پہنچے ہیں۔ (۲۴)

لیکن ان صلیبی بدخواہانِ اسلام کی ڈکشنری میں ان بے گناہ اور بے بس مسلمانوں کے بارے میں انسانی حقوق نامی چیز کا کوئی لفظ موجود نہیں جنہیں لاکھوں کی تعداد میں بلا وجہ قتل کیا گیا ان کے ملکوں پر قبضہ کر کے تمام وسائل کی لوٹ کھسوٹ کی گئی ان کی عزتوں کو پامال کیا گیا اور ان کو اپنی جانوں کے دفاع کا حق دینے سے بھی محروم کر دیا گیا اور ان کے خلاف ہر قسم کے جرائم کا ارتکاب کر کے دنیا کو بے وقوف بنایا گیا کہ یہ سب انسانی حقوق کے تحفظ کیلئے کیا گیا۔

عراق میں عیسائی مشنریوں کی سرگرمیاں:

عراق کی اینٹ سے اینٹ بجانے اور مسلم عوام کا بے دریغ خون بہانے کے ساتھ عیسائی مشنریوں نے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت مسلم عراق کو عیسائی عراق میں تبدیل کرنے کی بھرپور سعی کی۔ کیونکہ وہ مسلم رفاہی تنظیموں کو پہلے ہی پروپیگنڈا کے ذریعے عراق سے بھی نکلوا چکے تھے۔ چنانچہ راستہ صاف کر کے یہ مشنری مہمات امریکہ کی ایک انتہائی بااثر مذہبی شخصیت ریوینڈ فرینکلن گراہم کی قیادت میں عراق پہنچیں۔

اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ مسلمانوں کی زیادہ تر تنظیمیں یا تو بند کی جا چکی ہیں یا ان کے اثاثے منجمد کر دیے گئے ہیں، یا نئے قواعد نے اُنھیں جکڑ بے دست و پا کر دیا ہے۔ چنانچہ صدر بش نے اپنے اس روحانی باپ کو عراق کو عیسائی بنانے کا مشن سونپا اور اس کے لیے جملہ سہولتوں کا بندوبست بھی کیا۔ فرینکلن نے

عراق میں مسیحی سرگرمیوں کا جال پھیلا دینے کے بعد یہ رپورٹ دی کہ اس نے چرچ کے متعدد مشنوں کو بائبل اور غذائی اشیاء سے لیس کر کے عراق بھیجا ہے تا کہ وہ دکھی عراقیوں کے لیے مادی اور روحانی سہارا بنیں۔ دیگر چرچوں، مثلاً: ''سدرن بیپٹسٹ کنونشن'' نے جو امریکہ میں اہم ترین پروٹسٹنٹ چرچ ہے اور عراق میں جنگ کا پرجوش حامی ہے، اعلان کیا کہ وہ عراق میں کام کرنے کے لیے بالکل تیار ہے، اس کے ترجمان نے کہا:

''ہم انھیں مدد دے کر دائرہ عیسائیت میں آزادی دینا چاہتے ہیں، حقیقی آزادی یسوع مسیح کی ذات میں ہے۔(۲۵)

ان شواہد سے بخوبی عیاں ہو چکا کہ مغرب کس قسم کی خدمتِ خلق میں مصروف ہے۔ لہذا اسلام دشمنی میں غرق مغربی عیسائی دنیا ایک ایک کر کے اسلامی ممالک کو تباہ کرنے کے منصوبوں پر عمل پیرا ہے۔ اور اس کے لیے ان کی ایجنسیاں ایسے ڈرامے سٹیج کرتی ہیں کہ جس سے مسلمان ممالک کے گرد شکنجہ کسا جا سکے۔

پاکستان کے خلاف جارحیت:

صلیبی طاقتوں نے پاکستان جیسے اتحادی ملک کو بھی معاف نہیں کیا۔ چنانچہ پاکستان پر براہ راست ڈرون حملوں کی یلغار کو سابق امریکی وزیر دفاع رابرٹ گیٹس اپنی ضرورت قرار دیتا رہا۔'' پاکستان کی خودمختاری بجا مگر ڈرون حملے ہماری ضرورت ہیں۔(۲۶)

جبکہ اقوام متحدہ نے پاکستان پر ڈرون حملوں کو ماورائے عدالت قتل قرار دے کر فوری بند کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ فلپ آلسٹن نمائندہ یو این او نے کہا:

''پاکستان میں امریکی ڈرون حملے ''قتل عام کا لائسنس ہیں'' فوری بند کیے جائیں۔ امریکی حکومت سی آئی اے کو ٹارگٹ کلنگ سے روکے۔ ان حملوں سے سینکڑوں بے گناہ شہری مارے جا چکے ہیں۔ یہ حملے عالمی قوانین کی خلاف ورزی اور ایسی مثال ہیں جسے دوسرے بھی اپنا سکتے ہیں۔(۲۷)

چونکہ اصل بنیاد اسلام دشمنی ہے لہذا نام نہاد دہشت گردی کی جنگ میں پاکستان جیسے اتحادی ملک کی معصوم عوام پر امریکی ڈرون حملوں کی مسلسل یلغار پر حکومت پاکستان نے سخت احتجاج کیا لیکن انسانی حقوق کے چمپئن امریکہ و یورپ کے کانوں پر جوں بھی نہ رینگی۔ حال ہی میں دوبارہ اقوام متحدہ نے مکمل تحقیقات کے بعد ان ڈرون حملوں کو جارحیت قرار دیا اور اسے انسانی حقوق کی صریحاً خلاف ورزی سے تعبیر کیا۔ کیونکہ روزانہ ڈرون حملوں میں عورتوں، بچوں اور معصوم شہریوں کو ناحق موت کے گھاٹ اتارا جا رہا تھا۔ جو کھلم کھلا عالمی قوانین کی خلاف ورزی ہے۔

پاکستان میں ڈرون حملوں کے حوالے سے تحقیقات کرنے والی اقوام متحدہ کی ٹیم کے سربراہ بین ایمرسن نے امریکی ڈرون حملوں کو پاکستان کی خودمختاری کی خلاف ورزی قرار دیا اور کہا کہ اوباما انتظامیہ کو اس حوالے سے متعدد بار آگاہ بھی کیا جا چکا ہے۔ حکومت پاکستان کے اعداد و شمار کے مطابق 2004ء سے اب تک 330 ڈرون حملوں میں 2200 افراد جن میں عورتیں، بچے اور معصوم لوگ شامل ہیں ڈرون حملوں کا شکار ہوئے اور 600 افراد شدید زخمی ہوئے جبکہ دشوار گزار پہاڑی علاقوں میں لوگ جان بحق ہونے والوں کی جلد تدفین کر دیتے ہیں اس لیے صحیح اعداد و شمار ملنا مشکل کام ہے۔(۲۸)

اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بان کی مون نے بھی امریکی ڈرون حملوں کو انسانی حقوق کی پامال قرار دیتے ہوئے کہا: امریکہ کو ٹارگیٹیڈ حملوں کے لیے ''آرمڈ اَن مینڈ ایریئیل وہیکل'' (ڈرون طیاروں) کے استعمال کے لیے انسانی حقوق کے عالمی قوانین کی پابندی کرنا ہوگی۔ نیز انھوں نے کہا کہ ٹارگیٹیڈ حملوں کے لیے ڈرونز کے استعمال کے بارے میں تشویش ہے۔(۲۹)

طویل عرصہ بعد ظالم کے خلاف اقوام متحدہ کی آواز ایک مستحق قدم ہے لیکن معصوم جانوں کی ہلاکت پر وقت کے فرعون کے خلاف ایکشن نہ لینا بھی عدل وانصاف کی پامالی ہے۔

بلاشبہ مغرب اہل اسلام کے خلاف نئی صلیبی جنگوں کا نہ رکنے والا سلسلہ شروع کر چکا ہے جس کی پوری دنیا چشم دید گواہ ہے۔

مینوِل ویلنز ویلا کے مضمون کا ترجمہ پروفیسر اے ڈی میکن نے ''امریکہ میں دہشت گردی کے نام پر قید ایک عرب مسلمان بچے کے نام!'' سے کیا ہے جس میں انھوں نے صراحت کی ہے کہ گزشتہ ۶ سال کی امریکی کارروائیوں سے ثابت ہوا ہے کہ اس نے عربوں اور مسلمانوں سے صلیبی جنگوں کا انتقام لینے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔(۳۰)

اہل کتاب کے ساتھ مسلم امہ کی رواداری:

یہ ٹھوس شواہد اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ صلیبی جنگجوؤں کا جذبہ انتقام کس طرح عصر جدید میں بھی زندہ ہے۔ جبکہ اس کے برعکس اہل اسلام نے ہمیشہ ان کے ساتھ خیر خواہی اور رواداری کا برتاؤ کیا چنانچہ صلیبی جنگوں کے مظالم کے باوجود مسلمانوں نے غلبہ کے وقت ان کے ساتھ مثالی رویہ اختیار کیا۔

اس کی تائید میں غیر مسلم انصاف پسند مورخین کی رائے ملاحظہ کیجئے پروفیسر T.W. Arnold نے اپنی کتاب میں صلیبی جنگوں کے دوران مسلمانوں کے صلیبی فوجیوں کے ساتھ مثالی رویہ کے متعدد واقعات نقل

کیے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ:

دوسری صلیبی جنگ میں ترکوں نے صلیبیوں کی حالت پر رحم رکھاتے ہوئے بیماروں کی تیمارداری کی اور وہ مفلسوں اور فاقہ کشوں کے ساتھ کشادہ دلی سے پیش آئے۔ نیز اسلامی افواج نے محتاج عیسائیوں کی خوب مالی امداد بھی کی۔ زائرین کے ساتھ غیر مذہب والوں نے جو حسن سلوک کیا تھا۔ جب زائرین نے اس کا مقابلہ اپنے ہم مذہب یونانیوں کی بے رحمی سے کیا جوان سے بیگار لیتے تھے۔ ان کو مارتے پیٹتے تھے اور ان کی رہی سہی پونجی کو بھی ان سے چھین چکے تھے تو ان کو دونوں قوموں کے طرز عمل میں اتنا تفاوت نظر آیا کہ بہت سے عیسائی اپنی خوشی اور رضامندی سے اپنے نجات دہندوں کے دین کے حلقہ بگوش بن گئے۔(۳۱)

قدیم مورخ شاہ فرانس لوئی ہفتم کے ذاتی چیپلین راہب اودو کے حوالے سے پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ لکھتے ہیں کہ ترکوں نے ان میں سے کسی شخص کو اپنا دین ترک کرنے پر مجبور نہیں کیا۔(۳۲)

چنانچہ بارہویں صدی میں عیسائی تارکین مذہب کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ ان کا ذکر صلیبیوں کی کتب آئین میں آنے لگا، اور جن کو یروشلم کا ضابطہ قوانین کہا جاتا ہے(۳۳)

اسی طرح سلطان صلاح الدین کی حسنِ سیرت اور شجاعت نے اس کے ہم عصر عیسائیوں کے دلوں پر ایک عجیب افسوں کیا تھا اور بعض عیسائی بہادروں کے لئے اس کی شخصیت میں اتنی کشش تھی کہ وہ اپنے مذہب وملت کو چھوڑ کر اہل اسلام میں شامل ہوگئے۔(۳۴)

درحقیقت مسلمان ہی دنیا کے تمام مذاہب کا احترام کرنے والے اور انسانی حقوق کے حقیقی ضامن ہیں کیونکہ تاریخ اور حال گواہ ہیں کہ مسلمانوں نے کبھی بھی کسی دشمن خطے یا علاقے اور اُس کے مکینوں کا اس طرح بے دردی سے قتل عام نہیں کیا جس طرح آج مغربی اور نیٹو افواج کر رہی ہیں۔ حتیٰ کہ یروشلم کی فتح جب صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں ہوئی تو یہ بڑا سنہری موقع تھا کہ اُن سے بھرپور انتقامی کارروائیوں کا بدلہ لیا جاتا لیکن اسلامی قوانین ظلم وستم کی ہرگز اجازت نہیں دیتے لہٰذا ہیرلڈ لیم نے لکھا ہے''۔۔۔البتہ یہ انوکھی بات ضرور ہوئی کہ مسلمانوں نے بغیر خونریزی کے شہر پر قبضہ کرلیا اس پرامن قبضے کی وجہ صلاح الدین کی رحمدلی اور فیاضی تھی''(۳۵)

جہاد کا مفہوم اور مقصود:

جہاد کے متعلق برنارڈ لیوس کے افکار وخیالات محض اسلام سے بغض وعداوت کا شاخسانہ ہیں جہاد کی حقیقت کے حوالے سے عیسائی راہبہ ومتشرقہ کیرن آرم سٹرانگ کا نقطۂ نظر ملاحظہ ہو، تاکہ برنارڈ لیوس جیسے

معاندین بھی اپنے متعصّبانہ انداز کو بدل سکیں۔

لفظ "جہاد" کا مادہ "جہد" ہے اور یہ مقدس جنگ سے کہیں زیادہ وسیع معنوں کا حامل ہے جس میں جسمانی، اخلاقی، روحانی اور علمی جدوجہد کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اگر جنگ مسلمانوں کا مطمح نظر ہوتی تو قرآن حکیم ان لفظوں کو آسانی کے ساتھ استعمال کر سکتا تھا۔ لیکن اس نے جہاد کے مبہم لیکن وسیع مفہوم رکھنے والے لفظ کا انتخاب کیا ہے جہاد اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں شامل نہیں ہے اور مغرب کے عمومی نقطۂ نظر کے برعکس دین اسلام میں جہاد کو مرکزی ستون کا درجہ حاصل نہیں البتہ تمام مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ ایک منصفانہ اور مہذب معاشرے کے قیام کے لیے جس میں غریبوں اور بے کسوں کا استحصال نہ ہو۔ جہاں لوگ خدا کے بتلائے ہوئے راستے پر چلیں اور اخلاقی و روحانی اور سیاسی تمام محاذوں پر جدوجہد جاری رکھیں۔ بعض اوقات لڑائی اور جنگ وجدل ناگزیر ہوتی ہے لیکن یہ پورے جہاد کا ایک مختصر حصہ ہے۔(۳۶)

برنارڈ لیوس کے مطابق تاریخ اسلام میں جہاد کو صرف مسلح معنوں میں ہی لیا گیا جو سراسر حقائق کے منافی ہے۔ اس کے جواب کے لیے کیرن آرم سٹرانگ کی رائے پیش کی جاتی ہے:

> "The primary meaning of Jihad, which we hear so often today is not "holy War" but the "effort" or "struggle" necessary to put the Will of God in to practice. Muslims are exhorted to strive in this endeavor on all fronts: intellectual, social, economic, spiritual, and domestic. Some times they would have to fight, but this was not their chief duty. On their way home from Badr, Muhammad uttered an important and oft-quoted maxim: "We are returning from the Lesser Jihad (the battle) and going to the Greater Jihad, "____ the immeasurably more important and difficult struggle to reform their own society and their own hearts" (۳۷)

علاوہ ازیں اسلام میں جہاد انسانیت کے لیے باعثِ رحمت ہے جو کہ منصفانہ اصولوں اور ضوابط کے تحت کیا جاتا ہے جس میں دشمنوں سے بچاؤ اور امن کی بحالی کے لیے جنگ کی جاتی ہے اور عورتوں، بچوں، مذہبی طبقات اور نہ لڑنے والوں کو کسی قسم کا گزند پہنچانا ممنوع ہے۔ جبکہ صلیبی جنگوں اور یہود ونصاریٰ کی جنگوں کا جنون کسی بھی اخلاقی حدود وقیود کا پابند نہیں جیسا کہ عصری صورتحال سے عیاں ہے۔ چنانچہ کیرن آرم سٹرانگ لکھتی ہیں کہ مسلمانوں نے جنگ میں ماضی کے وحشیانہ طور طریقوں سے اجتناب کیا:

> "Even in war, Muslims abjure the savage customs of the

past." (۳۸)

کیرن آرم سٹرانگ اسلام اور یہود و نصاریٰ کی جنگوں کا موازنہ کرتے ہوئے جہاد کی عظمت کا اعتراف یوں کرتی ہیں:

"Islam does not justify a total aggressive war of extermination, as the Torah does in the first five books of the Bible. A More realistic religion than Christianity, Islam recognizes that war is inevitable and sometimes a positive duty in order to end oppression and suffering. The Koran teaches that war must be limited and be conducted in as human a way as possible" (۳۹)

چونکہ مستشرقین کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ ہمیشہ حقائق مسخ کر کے پیش کرتے ہیں ان کی تحقیق جانبدارانہ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اکثر و بیشتر جہاد سے متعلق اسلامی تعلیمات پر شدید تحفظات رکھتے ہیں حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ للعالمین بن کر آئے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرُامن دعوت کو معاندین حق نے اپنے لیے سدِ راہ خیال کیا۔ چنانچہ تمام باطل مذاہب پیغمبرِ امن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہوگئے جس کے نتیجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجبوراً میدانِ حرب میں اترنا پڑا۔ درحقیقت جہاد کی تعلیمات، قیامِ امن اور فتنہ وفساد کے سرخیلوں کو سبق سکھانے کے لیے ہیں کیرن آرم سٹرانگ کہتی ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ صرف مکہ والوں سے جہاد کرنا تھا بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی لڑنا تھا جو سب مل کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جارحیت کرنا چاہتے تھے چنانچہ مسلمان اپنے دفاع پر مجبور تھے لیکن وہ اپنے دشمنوں کے مذہب کے خلاف ایک ''مقدس جنگ'' نہیں لڑ رہے تھے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زیدؓ کو جو ہدایات دے کر بھیجا اُن سے بخوبی عیاں ہوتا ہے کہ یہ جوشوا کی جنگوں سے بالکل مختلف جنگ تھی:

"Mohammad had to fight not only the Meccans but also the Jewish tribes in the area and Christian tribes in Syria who planned an offensive against him in alliance with the Jews. Yet this did not make Mohammad denounce the People of the Book. His Muslims were forced to defend themselves but they were not fighting a "holy war" against the religion of their enemies. When Mohammad sent his freedman Zaid against the Christians at the head of a Muslim army, he told them to fight in the cause of God bravely but humanely. They must not molest priests, monks and nuns nor the weak and helpless people who were unable to fight. There must be no massacre of civilians nor should they cut down a single tree or pull down any building. This was very different

from the wars of Joshua. (۴۰).

عصری تناظر میں مسلم امہ کا مستحسن رویہ:

موجودہ صورتحال میں بھی مسلمان کہیں بھی جارحانہ سرگرمیوں کے مرتکب نہیں بلکہ خود مغرب کی جارحیت کا شکار ہیں چنانچہ یہ کہنا کہ جہاد صرف ''قتال'' ہی کا نام ہے۔اور اس حوالے سے یہ کہنا کہ جب تک ساری دنیا مغلوب نہیں ہو جاتی جہاد تھمتا دکھائی نہیں دیتا۔درحقیقت معاندین نے اپنی سیاسی اغراض کیلئے اسلام پر اس قسم کے بہتان تراشے۔مولانا مودودی نے اس حوالے سے عمدہ تجزیہ کیا ہے کہ دور جدید میں یورپ نے اسلام پر سب سے بڑا بہتان یہ تراشا کہ اسلام ایک خونخوار مذہب ہے اور اپنے پیروں کو خون ریزی کی تعلیم دیتا ہے۔ اس بہتان کی اگر کچھ حقیقت ہوئی تو قدرتی طور پر اسے اس وقت پیش ہونا چاہیے تھا جب پیروانِ اسلام کی شمشیر خاراشگاف نے کرۂ زمین میں ایک تہلکا برپا کر رکھا تھا اور فی الواقع دنیا کو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید ان کے یہ فاتحانہ اقدامات کسی خون ریز تعلیم کا نتیجہ ہوں۔مگر عجیب بات ہے کہ اس بہتان کی پیدائش آفتابِ عروج اسلام کے غروب ہونے کے بہت عرصہ بعد عمل میں آئی۔اس کے خیالی پتلے میں اس وقت روح پھونکی گئی جب اسلام کی تلوار تو زنگ کھا چکی تھی مگر خود اس بہتان کے مصنف، یورپ کی تلوار بے گناہوں کے خون سے سرخ ہو رہی تھی اور اس نے دنیا کی کمزور قوموں کو اس طرح نگلنا شروع کر دیا تھا جیسے کوئی اژدہا چھوٹے چھوٹے جانوروں کو ڈستا اور نگلتا ہو۔(۴۱)

لہذا اگر آج اُمتِ مسلمہ کا کوئی گروہ دشمن کی جارحیت کا مقابلہ کرتا ہے اور اپنی اور اپنی قوم کی آزادی کے لیے جہاد کا راستہ اختیار کرتا ہے تو یہ صرف اُن کا حق ہی نہیں بلکہ سب سے بڑا فریضہ بھی ہے اور اس کی تائید غیر مسلم بھی کر رہے ہیں کیونکہ 21 صدی کے صلیبی لشکروں کے مظالم نے انسانیت کا چہرہ داغ دار کر دیا ہے اور ایسے جبر واستبداد کے نظام کی بنیاد رکھ دی ہے جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔

مینوَل ویلنز ویلا کے مضمون کا ترجمہ پروفیسر اے ڈی میکن نے ''امریکہ میں دہشت گردی کے نام پر قید ایک عربی مسلمان بچے کے نام!'' سے کیا ہے جس میں عراق کے مجاہدین کو ظلم وستم کے خلاف اٹھنے پر سراہتے ہوئے لکھتے ہیں۔

مگر۔۔۔مایوسی کے اس اندھیرے میں روشنی کی ایک کرن بھی ہے۔یہ وہ جنگ ہے جو تیرے عزیزوں، دوستوں، رشتہ داروں، باپ اور بھائیوں نے امریکی سپاہ کے خلاف شروع کر رکھی ہے۔۔۔۔تمہیں یقین رکھنا چاہیے کہ وہ سب تمھاری اور عراق کی آزادی اور خودمختاری کی جنگ لڑ رہے ہیں۔فتح یقیناً ان کا مقدر ہے۔جلد

نہ سہی مگر صبر و استقلال کے ساتھ ڈٹی ہوئی حریت پسند قوم زیادہ دیر غلام نہیں رہ سکے گی۔ عدل و انصاف ان کی حمایت کرتا ہے اور گوریلا جنگیں ہمیشہ سست مگر بتدریج کامیابیوں کے نتیجے میں جیتی جاتی ہیں۔ وہ اپنی سرزمین پر امریکہ کے ناجائز قبضے کے خلاف لڑ رہے ہیں۔۔۔۔ وہ تو اپنی قوم پر ڈھائے گئے مظالم کا بدلہ لینے کے لیے جنگ میں مصروف ہیں۔ وہ تو اپنی عزت و توقیر کی بحالی چاہتے ہیں اور وہ اس لیے خالص دشمن سے برسرِ پیکار ہیں کہ غیر ملکی ناجائز قبضے کے خلاف لڑنا ان کا حق ہی نہیں فرض بھی ہے۔ (۴۲)

مغرب کا بائبل کی تعلیمات سے انحراف:

اس نقطۂ نظر سے بخوبی عیاں ہے کہ امریکہ و یورپ عصرِ جدید میں ظلم و طغیاں کے نمائندہ ہیں حالانکہ یہ امر بھی انتہائی تعجب انگیز ہے کہ مطالعہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحیت نہ صرف جنگ کی سخت مخالف ہے۔ بلکہ ظلم اور شرارت کے مقابلہ کے سامنے سر جھکانے کی سخت تاکید کرتی ہے دوسروں کی حفاظت کرنا تو درکنار خود اپنے حق کی بھی حفاظت نہ کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔

''تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ، اور دانت کے بدلے دانت۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ تم شریر کا مقابلہ نہ کرو، بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے، اور کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتہ لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے تو اُس کے ساتھ دو کوس چلا جا۔۔۔ تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ اپنے پڑوسی سے محبت رکھو، اور اپنے دشمن سے عداوت، مگر میں کہتا ہوں کہ اپنے دشمن سے محبت رکھو، جو تم پر لعنت کریں ان کے لیے برکت چاہو، جو تم سے نفرت کریں ان سے اچھا سلوک کرو، جو تمھیں ذلیل کریں اور تمھیں ستائیں ان کے لیے دعا مانگو'' (۴۳)

اسی بناء پر مختلف عیسائی حلقوں کی طرف سے حالیہ جنگی سلسلے کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے چنانچہ ہیتھر گرے سینئر خاتون امریکی صحافی جو "Just Peace" کے نام سے ایک نیوز چینل بھی چلاتی ہیں۔ ۱۵ دسمبر ۲۰۰۴ کو۔ "A personal Testimony: Will the Real Christians please stand" کے عنوان سے Counterpunch نامی آن لائن امریکی جریدے میں اپنے ایک تجزیے میں انھوں نے دہشت گردی کے خلاف مہم کے نام پر مسلم ملکوں میں بش حکومت کی پالیسیوں کو عیسائیت کی اصل تعلیمات اور حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے قائم کردہ عملی نمونے سے متصادم قرار دیتے ہوئے حقیقی عیسائیوں سے ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے اور دنیا میں حقیقی آزادی اور انصاف کے قیام کے لیے جدوجہد کرنے کی اپیل کی تھی۔ (۴۴)

امریکی صحافی نے تاریخی حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جدوجہد اُس رومن

استعمار کے خلاف تھی جس نے فوجی برتری کے ذریعے یہودیوں کے علاقے پر قابض ہو کر ان کے قدرتی وسائل ہتھیانے، ان کے مراعات یافتہ طبقوں میں اپنے پٹھو تیار کرنے اور ان کے مذہب اور عقیدے تک میں اپنے مفادات کے مطابق ردوبدل کرنے کے لیے کارروائیاں شروع کر رکھی تھیں۔ عیسائی مذہب کا پرچار کرنے والے موجودہ امریکی حکمران آج عراق میں عملاً رومن استعمار کے نقش قدم پر چل رہے ہیں جبکہ امریکی قبضے کے خلاف جدوجہد کرنے والے عراقی عملی طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کر رہے ہیں۔(۴۵)

درحقیقت عیسیٰؑ کی تعلیمات کو ذاتی اغراض اور مسلم دشمنی کی بنا پر مسخ کر کے جنگ وجدل کا راستہ اپنایا گیا۔ یوپ اربن دوم کے پہلی صلیبی جنگ کا اعلان کرنے تک عیسائیت میں کوئی مقدس جنگ نہیں تھی۔

> There were no "holy wars" in Christianity however, untile pope Urban summoned the First crusade" (۴۶)

یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ جہاد کا احیاء ہمیشہ باطل قوتوں کے ظلم وستم کے آگے بند باندھنے کے لیے ہوا۔ چنانچہ یہ بات بھی واضح ہے کہ مقدس جنگ کا اسلامی آئیڈیل صلیبی جنگ سے بہت مختلف ہے۔ چونکہ صلیبی جنگجوؤں نے یہودی مقدس جنگوں کی طرح حملوں میں پہل کی تھی۔ وہ مسلمانوں کو خدا اور اس کے منتخب لوگوں کا دشمن قرار دیتے تھے۔ اس لیے مسلمانوں نے پہلی مرتبہ مغرب کے خلاف جنگ کا اعلان کیا تھا۔ دراصل مشرق قریب میں صلیبیوں کا سفاکانہ رویہ جہاد کے احیا کا سبب بنا:

> "It is obvious that the Muslim ideal of holy war is very different from the Crusade: it is essentially defensive whereas the Crusaders, like the Jewish holy warriors, had made a holy initiative when they attacked the enemies of God and his chosen people. For the first time Muslims had declared war on the people of the west, and in our own day Muslim leaders have argued like Nur ad-Din that it is an Islamic duty to fight against what they see as a new western aggression."(۴۷)

مختصر یہ کہ مالک کائنات نے جہاد بالسیف یا قتال کی اجازت آخری تدبیر کے طور پر دی کیونکہ ایسی نازک صورت حال میں آج بھی بین الاقوامی قانون میں طاقت کے استعمال کی بنیادوں کو تسلیم کیا گیا ہے ڈاکٹر محمود احمد غازی نے اپنے لیکچر ''جنگ اور اسلام کا تصور جہاد'' میں فرمایا:

''عصری بین الاقوامی قانون میں طاقت کے استعمال کی جن بنیادوں کو تسلیم کیا گیا ہے اُن میں ذاتی دفاع، ہمسایہ ملک میں خانہ جنگی، جوابی کارروائی، کسی ملک کے باشندوں کا تحفظ، انسانی فلاحی بنیادوں پر

مداخلت، آزادی کی قومی تحریکیں اور سرگرم تعاقب (Hot pursuit) شامل ہیں۔ سرگرم تعاقب کے علاوہ باقی تمام کی تمام وجوہات قرآن پاک میں صاف اور واضح انداز میں بیان ہوئی ہیں۔(۴۸)

دراصل مستشرقین کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ اسلام، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلامی تعلیمات کو ہدف تنقید بنا کر اہلِ اسلام کو غیر مہذب، جنگجو، انتہا پسند اور دہشت گرد ثابت کرنا چاہتے ہیں چنانچہ مغرب اور اس کے حواری جو اس وقت دنیا کے امن کو تہ و بالا کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور انسانی حقوق کی دھجیاں سرعام بکھیر رہے ہیں اُن کی یہ سب مجرمانہ کاوشیں برنارڈ لیوس کے قریب خدمتِ انسانی کا مظہر ہیں جبکہ معصوم اور بے گناہ مسلمانوں کے قتلِ عام کو روکنے، انسانی حقوق کی بحالی اور اُن کے حق آزادی کے لیے مغربی لشکروں سے ٹکرانے والے برنارڈ لیوس کے مطابق مجرم اور دہشت گرد ہیں۔

خلاصۂ بحث:

اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر بحث سے یہ بات نکھر کر سامنے آ گئی کہ اسلام میں جہاد کی تعلیمات کا مقصود حقوق انسانی کی بحالی ہے۔

ظالموں و جابروں کے خلاف انسانیت کی خدمت کے پیش نظر میدان جنگ سجایا جاتا ہے تا کہ کمزوروں و ناتوانوں کے حقوق کا تحفظ کیا جا سکتے جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

"و مالكم لا تقاتلون فى سبيل الله و االمستفعفين من الرجال و النسآء و الولدان الذين يقولون ربنا اخرجنا من هذه القرية الظالم اهلها وا جعل لنا من لدنک وليا و اجعل لنا من لدنک نصيرا " (۴۹)

پروفیسر ڈاکٹر انیس احمد نے "اسلام، بین الاقوامی قانون اور آج کی دنیا" کے ابتدائیہ میں لکھا ہے:

"قرآن کریم میں جہاد کا بنیادی مقصد حقوق انسانی کی بحالی ہے چنانچہ اگر کسی مقام پر عوام کو مستضعفین فی الارض (کمزور اور بے بس) بنا دیا گیا ہو تو اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ ایسے افراد کے حقوق کی بحالی کے لیے جہاد کا اعلان کرے اور اپنے وسائل کو استعمال کرے۔ دنیا میں جہاں کہیں بھی انسانوں کو ظلم و استحصال کا نشانہ بنایا جا رہا ہو تو اسلامی ریاست ایک خاموش تماشائی بن کر نہیں بیٹھ سکتی۔ قرآن کی روشنی میں بطور ایک اخلاقی اور قانونی فریضہ کے مظلوموں کی حمایت اور ان کی نجات کے لیے جہاد کرنا اس پر فرض کر دیا گیا ہے۔(۵۰)

آج جبکہ دنیا میں ہر مذہب اس بات کا پرچار کر رہا ہے کہ وہ امن پسند ہے اور ظالموں و جابروں کا ساتھ

دینے یا اُن کی معاونت کو جرم خیال کیا جا رہا ہے اس ضمن میں اہلِ اسلام کے خلاف باطل قوتوں کا اتحاد اور ہر جگہ کمزور مسلمانوں کا استحصال اور اُن پر ناروا ظلم وستم کے پہاڑ توڑنا اور اُن سے توقع کرنا کہ وہ اپنے دفاع کے لیے بھی ہتھیار نہ اٹھائیں یہ کیسا انصاف ہے؟ ایسی صورت حال میں تو جہاد فرض ہو جاتا ہے۔

مولانا مودودی کی رائے میں:

ایسی حالت میں جنگ جائز ہی نہیں بلکہ فرض ہو جاتی ہے۔ اس وقت انسانیت کی سب سے بڑی خدمت یہی ہوتی ہے کہ اُن ظالموں کے خون سے زمین کو سرخ کر دیا جائے اور اُن مفسدوں اور فتنہ پردازوں کے شر سے اللہ کے مظلوم و بے بس بندوں کو نجات دلائی جائے جو شیطان کی اُمت بن کر اولادِ آدم پر اخلاقی، روحانی اور مادی تباہی کی مصیبتیں نازل کرتے ہیں۔ وہ لوگ دراصل انسان نہیں ہوتے کہ انسانی ہمدردی کے مستحق ہوں بلکہ انسان کے لباس میں شیطان اور انسانیت کے حقیقی دشمن ہوتے ہیں جن کے ساتھ اصلی ہمدردی یہی ہے کہ ان کے شر کو صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا جائے۔ وہ اپنے کرتوتوں سے اپنے حقِ حیات کو خود کھو دیتے ہیں۔'' (۵۱)

بہر حال برنارڈ لیوس صلیبی جنگی جنون کو انسانی حقوق کی جنگیں قرار دینے پر مُصر ہیں۔ لیکن دنیا کا کوئی بھی ذی عقل اس کے فلسفے کو قبول کرنے کو تیار نہیں کیونکہ دنیا کا کوئی مذہب اور قانون کسی بھی انسان اور قوم کے حقوق پامال کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا بلکہ ان حالات میں مظلوموں اور کمزروں کی امداد و نصرت شیوہ انسانی بن جاتا ہے۔ لیکن مغرب اور اس کے حواری عداوتِ اسلام کی بناء پر انسانی حقوق کی پامالی، بین الاقوامی قوانین کی دھجیاں بکھیرنے، اقوام متحدہ کے چارٹر کی کھلم کھلا خلاف ورزیوں اور وقارِ انسانیت کے منافی اصولوں پر کار بند ہو کر دنیا کے امن کو تہ و بالا کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ لہذا عصری صورتحال میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ مخالفینِ اسلام کی جارحیت کے آگے بند باندھنے کیلئے مسلم امہ متحد ہو کر اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں منظّم و مربوط حکمتِ عملی تیار کرے تاکہ دنیا سے فساد کا خاتمہ کر کے نہ صرف امتِ مسلمہ کو مظالم سے بچایا جا سکے بلکہ دیگر مظلوم اقوام کو بھی ظالم کے پنجہ استبداد سے نجات دلا کر دنیا میں امن و امان قائم کیا جا سکے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔Bernord Lewis, the crisis of Islam Holy War and unholy Terror, orion House, London, 2004, P.26,27

۲۔ Ibid, P.32 ۳۔ Ibid

۴۔ Karen Armstrong, Holy War the Crusades and their impact on today's world, Anchor Books, New York, 2001, P. xi,xii ۵۔Ibid, P.vii

۶۔ Karen Armstrong, Muhammad Prophet for Our Time, Harper press, London, 2006, P:17,18 ۷.i Ibid, P:18

۷.ii Huntington, P. Semuel,The clash of civilizations and the Remaking of world order, Rocke Feller center New York, 1997, P: 217

۸۔ ماہنامہ ترجمان القرآن۔ضروری ۲۰۱۰ء،ص:۴۔

۹۔ روزنامہ نوائے وقت، 27اپریل2013ءجلد73،شمارہ36،صفحہ:5۔

۱۰۔ Holy War, P:ix.

۱۱۔ ڈاکٹر ایم اے سلومی، دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے معصوم شکار (مترجم محمد یحیٰی خان)۔نگارشات پبلشرز، لاہور، 2008ء،ص237۔

۱۲۔ جارج ٹینٹ،CIA دہشت گردی (مترجم محمد احسن بٹ) نگارشات پبلشرز، (لاہور 2007ءص۳۹۵، ۲۹۶، ۴۱۷۔

۱۳ ۔News Week, November 29, 2004.

۱۴۔ The Guardian, Decmber 4, 2004.

۱۵۔ www.lefthook.org/interviews/alamchomsky122304.html. ۱۶۔ Ibid

۱۷۔ دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے معصوم شکار،ص259۔

۱۸۔ Washington Post, November 21, 2004, P:A01.

۱۹۔ سہ ماہی مغرب اور اسلام۔جلد 10،شمارہ ا۔۴،جنوری دسمبر ۲۰۰۶،انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز،اسلام آباد،ص:۱۰۲(www.peoplesvioceorg پر voices کے حصہ میں ۲۴اگست ۲۰۰۶،نیٹ پر شائع ہوا)۔

۲۰۔ حوالہ بالا،ص۱۰۲،۱۰۳۔

۲۱۔ دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے معصوم شکار،ص243۔

۲۲۔ www.progressiveaustin.org/iraqlark.htm

۲۳۔　سہ ماہی مغرب اور اسلام (اسلام، بین الاقوامی قانون اور آج کی دنیا، شمارہ ۱۳، ۲۰۱۱ء) ص ۱۵۴

۲۴۔　پروفیسر ڈاکٹر سلیمان بن عبدالرحمٰن الحقیل ، اسلام میں انسانی حقوق (مترجم) جامعہ پنجاب لاہور، 2011ء، ص ۲۵۹، ۲۶۰۔

۲۵۔　دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے معصوم شکار، ص 245۔

۲۶۔　روزنامہ نوائے وقت، ۱۳ مئی ۲۰۱۰ء۔

۲۷۔　روزنامہ نوائے وقت ۳ جون ۲۰۱۰ء　۲۸۔　روزنامہ نوائے وقت، ۱۶ مارچ ۲۰۱۳ء ص ا

۲۹۔　ایضاً ص ۸۔　۳۰۔　سہ ماہی مغرب اور اسلام، ج ۱۰، شمارہ ا۔۴، ص ۱۰۹۔

۳۱۔　پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ، دعوت اسلام (مترجم: ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ) محکمہ مذہبی امور و اوقاف۔حکومت پنجاب، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص: ۱۰۶

۳۲۔　حوالہ سابق، ص: ۱۰۷　۳۳۔　حوالہ سابق　۳۴۔　حوالہ سابق، ص: ۱۰۸

۳۵۔　ہیرلڈ لیم، صلیبی جنگیں (مترجم) نگارشات، لاہور ۲۰۰۶ء، ص: ۸۳

۳۶۔　محمدؐ پیغمبرِ اسلام کی سوانحِ حیات (مترجم نعیم اللہ ملک) ابوذر پبلی کیشنز، (لاہور ۲۰۰۹ء، ص: ۲۲۸

۳۷۔　Muhammad Prophet for Our Time, P: 137.　۳۸۔　Ibid

۳۹۔　Holy War, P: 36　۴۰۔　Ibid

۴۱۔　ابوالاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۲۰۰۲ء ص: ۱۵

۴۲۔　مغرب اور اسلام، جلد ۱۰، شمارہ ا۔۴، جنوری۔دسمبر ۲۰۰۶ء، ص: ۱۰۵

۴۳۔　کتاب مقدس، انجیل متی، باب ۵ آیات ۳۸۔۴۴، بائبل سوسائٹی لاہور، ص ۸ (اسی قسم کا فرمان لوقا باب ۶ آیات ۲۷۔۳۲ میں صراحت سے موجود ہے)۔

۴۴۔　http://www.counterpunch.org/gray12/5 2004.html

ثروت جمال اصمعی ، دہشت گردی اور مسلمان، انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد، ص ۱۹۸۔

۴۵۔　Ibid　۴۶۔　Holy War, P: 47　۴۷۔　Ibid, P: 194-195

۴۸۔　مغرب اور اسلام، جلد ۱۴، شمارہ ۳، ۲۰۱۱ء ص ۱۵۰　۴۹۔　النساء۴: ۷۵

۵۰۔　سہ ماہی مغرب اور اسلام جلد ۱۴، شمارہ ۳، ۲۰۱۱ء، ص ۸، ۹　۵۱۔　الجہاد فی الاسلام، ص ۳۶